حادہ

از قلم نورالعین مصطفیٰ

قسط 1 تا 2

باب نمبر ا

"تھیسئس"

کیا تم جانتے ہو اس بھٹکے ہوئے انسان کو؟؟

وہ جسے راستوں کی پہچان ہو نہ منزلوں کی خبر

دور دراز علاقوں میں گمشدہ ، اپنوں سے دور

غیروں کی اوٹ میں چھپا ہوا ، سراب کے پیچھے بھاگتا ہوا

ریت کے ٹیلوں پر کھڑا ، اپنے آپ کو تلاش کرتا ہوا

کیا ہو جو یہ زمین ، یہ پہاڑ ، یہ آسمان ، یہ راستے اس کے مخالف ہو جائیں؟؟

اسے نکال پھینکیں اپنی پناہوں سے!!!

اگر قدرت ہی اس سے انکاری ہو جائے تو کیا کرے گا وہ؟ کہاں جائے گا وہ؟؟

کیا تمہیں خبر ہے ایسے شخص کی؟؟

خوشخبری رائٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیلف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔
مزید معلومات کے لئے نیچے دیئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications
Whatsapp : 03335586927
Email : aatish2kx@gmail.com

رات کے خوفناک پر ہر چیز پر پھیلے تھے۔آسیب زدہ اندھیروں میں گھرا وہ وسیع و عریض جنگل اپنی ہیبت ظاہر کر رہا تھا۔وقفے وقفے سے سنائی دیتی جانوروں کی آوازیں سننے والوں کے دلوں پر لرزہ طاری کر دیتی تھیں۔موسم کا سرد پن اپنے عروج پر تھا۔ایسے میں کسی کے قدموں کے نقش زمیں پر پھیلے سوکھے پتوں میں سرسراہٹ پیدا کر رہے تھے۔

اسی جنگل کے کسی گمشدہ راستے پر ایک وجود سیدھے ہاتھ میں لالٹین تھامے ، ملگجے سے حلیے میں موجود ، آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا تھا۔لالٹین سے نکلتی مدھم روشنی رات کے اندھیرے کو ختم کرنے کی کوشش میں ناکام ٹھہری تھی۔

یکدم اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کے پیچھے موجود تھا۔اس نے سرعت سے اپنا چہرہ موڑا۔ مگر پیچھے کوئی نہ تھا۔اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ایک مخصوص چمک!!

اس نے اپنی سوچوں کو جھٹک دیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔وہ وجود ایک آواز کا پیچھا کر رہا تھا۔وہ آواز جس میں ایک کشش تھی جو اسے اپنی جانب کھینچتی تھی۔

"تم درست راستے پر ہو۔آؤ۔میرے پاس آؤ۔" یکدم ایک بھاری مردانہ آواز نے جنگل کی پرسکون خاموشی میں دراڑ پیدا کی۔سیاہ آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہوا تھا۔وہ وجود مسکرایا اور سیدھا چلتا گیا۔یقیناً وہ شخص اس سے دور نہیں تھا۔اسے اپنے اردگرد کچھ غیر معمولی سا محسوس ہو رہا تھا۔مگر فی الحال اسے اس شخص سے ملنا تھا۔وہ وجود اپنے پیچھے سے سنائی دیتی ہر سرسراہٹ کو نظر انداز کرتا آگے بڑھتا گیا۔

اس کے دل پر خوف و حراس کا کوئی غلبہ نہیں تھا۔اس پر تجسس طاری تھا۔وہ وجود ان آوازوں کے راز کو جاننا چاہتا تھا۔آخر وہ وجود کیوں اس عجیب سی دنیا میں پھنس گیا تھا؟؟

اونچے نیچے راستوں پر دس منٹ لگاتار چلنے کے بعد اسے اپنے سامنے ایک غار نظر آیا۔اس نے ایک لمحہ ٹھہر کر اس غار کا جائزہ لینا چاہا۔غار کے اندر سے نکلتی سنہری روشنی اردگرد کے درختوں اور جھاڑیوں کو روشن کر رہی تھی۔اس وجود نے لمبا سانس بھرا اور غار کے اندر داخل ہو گیا۔

غار کے اندر داخل ہونے پر ایک حیرت انگیز منظر نے اس کا استقبال کیا۔چاروں اور مشعلیں جل رہی تھیں اور ایک باریش بزرگ ان روشنیوں کے درمیان ایک پتھر پر براجمان تھے۔حیرت کی وجہ غار کی دیواروں سے آویزاں قد آدم آئینے تھے۔جن میں اسے اپنا عکس نظر آ رہا تھا۔

"آگے آؤ بیٹی!" اسے ایک ہی جگہ پر کھڑا دیکھ کر وہ بزرگ مسکرائے۔اس لڑکی نے اپنے عکس سے نظریں ہٹا کر اس بزرگ کو دیکھا جو مسکراتی نظروں سے اسے تک رہے تھے۔وہ

اپنے ابرو سکیڑے آگے بڑھی۔چہرے پر نافہمی کے تاثرات چھائے ہوئے تھے۔وہ کون تھا؟ اور اسے کیوں بلا رہا تھا؟؟

"اپنے حادہ کو درست کرو بیٹی! " ہاں ! یہی آواز !! یہی جملہ ! یہی لہجہ !! سبھی کچھ تو یہی تھا۔اس نے ناسمجھی سے ان کے مسکراتے چہرے پر اپنی نظریں ٹکائیں۔

"حادہ کیا ہے؟ " وہ کافی دیر بعد بولی تھی جس پر وہ بزرگ مسکرائے۔اب وہ لڑکی ان کے سامنے کھڑی تھی۔بزرگ کی پشت پر موجود آئینے میں ان دونوں کا عکس نظر آرہا تھا۔

"خود تلاش کرو۔" لڑکی کے تنے تاثرات مزید تن گئے۔

"اور آپ کون ہیں؟" اب کی بار اسکی آواز غار میں گونجی تھی۔

" تمہیں معلوم ہے وہ کون ہے؟" انہوں نے دائیں جانب موجود آئینے کی جانب اشارہ کیا۔ جس پر لڑکی کا نیم رخ نظر آ رہا تھا۔اپنے ہی عکس کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں حیرت در آئی۔اس نے ہاتھ اٹھایا اور عکس کی جانب اشارہ کیا۔

" یہ میں ہوں۔" ہر لفظ پر زور دے کر کہا گیا۔

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس)اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

" اور تم کون ہو ؟" بلاتوقف پوچھا گیا۔لڑکی نے آنکھیں سکیڑے انہیں دیکھا۔شائد وہ اپنے سوال پہلے سے سوچ کر بیٹھے تھے۔

" میں "میں" ہوں۔" وہ اس فضول کی بحث سے تنگ آ رہی تھی۔اس کی بات پر بزرگ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں بچے! اپنے حادہ کو درست کرو۔" مسکراتے انداز میں کہا گیا۔مشعلوں کی وجہ سے باہر کی نسبت اندر حرارت موجود تھی۔

" میں کیوں کروں حادہ کو درست؟ آپ خود ہی کر لیں۔" وہ ان کی بات پر تپ اٹھی تھی۔ مگر وہ بزرگ اسکی بات سن کر مسکرا اٹھے۔پر اسرار غار ان کی باتیں بخوبی سن رہا تھا۔

" مجھے آپ کی آواز کیوں سنائی دیتی ہے؟ " آخر اس آواز کا کیا راز تھا ؟ ان چہروں کا کیا راز تھا ؟

" روح کیا ہے بچے؟" انہوں نے اس کے سوال کو نظر انداز کیا تھا۔

" جو میرے اندر ہے۔" اب کی بار وہ تحمل مزاجی سے بولی۔

" تمہارا اندر بے چین ہے بچے ! اسے اس وقت تک سکون نہیں آئے گا جب تک تم اس کام کو مکمل نہ کر لو جس کے لیے تمہیں چنا گیا ہے۔" ان کی بات پر اس لڑکی نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

"مجھے کس کام کے لیے چنا گیا ہے ؟ " یکدم اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔جس پر اس نے فوراً سے سامنے موجود آئینے میں دیکھا۔مگر اس سے پہلے وہ اپنے پیچھے موجود انسان کو دیکھ پاتی اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔اس وقت بھی اس کے کانوں میں اس بزرگ کی آواز گونج رہی تھی۔

" اپنے حادہ کو درست کرو بچے ! اپنے حادہ کو درست کرو۔" ایک دفعہ مل جائے یہ حادہ ! آخر کیا ہے یہ حادہ؟؟ جو بے ہوشی میں بھی چین نہیں لینے دے رہا !! ہنہ !!

وہ اپنے کمرے میں موجود کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی . جس کے شیشے کے پار نگاہوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا منظر موجود تھا۔جہاں تک نگاہ پڑتی تھی وہاں تک سبزہ ہی سبزہ دکھائی

دیتا تھا۔اوپری منزل پر موجود یہ کمرہ اس نے ضد کر کے حاصل کیا تھا۔یا یوں کہا جائے کہ اپنی بہن سے ہتھیایا تھا۔وجہ اس کا خوبصورت ترین محل وقوع تھا۔

اس کمرے کی بالکنی اور کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کر حویلی کے خوبصورت لان کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔مگر اس کی نظر میں آج اس منظر کی کوئی وقعت نہیں تھی۔اس کی نظریں اس کے ہاتھ میں موجود موبائل پر مرکوز تھیں۔جہاں نظر آنے والا نمبر پچھلے چھ مہینے سے بند پڑا تھا اور وہ ہر روز اس امید کے سہارے جی رہی تھی کہ کبھی نہ کبھی تو وہ نمبر کھلے گا۔ آنکھ سے ڈھلکتا ایک آنسو موبائل کی سکرین پر جا گرا۔اس کے اندر تک اداسی پھیل گئی تھی۔اس نے لمبا سانس بھر کر اپنا چہرہ صاف کیا۔

اسی لمحے دروازے پر مدھم سی دستک ہوئی۔کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔اسے اچھے سے معلوم تھا کہ دروازے پر کون موجود تھا۔اس لیے اس نے گردن موڑ کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔نوارد آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

اب کی بار اس نے گردن موڑ کر اس انسان کی جانب دیکھا اور بے بسی سے مسکرا اٹھی۔ان دونوں کی آنکھوں میں حزن تھا۔دونوں ایک ہی بیماری کے ڈسے ہوئے تھے۔سیاہ شلوار

قمیص پہنے ، بھوری چادر کو کندھوں پر ڈالے وہ نوجوان باہر دیکھ رہا تھا۔ جبکہ وہ لڑکی اب اس کے چہرے کی جانب دیکھنے میں مصروف تھی۔ موبائل کی سکرین خود بخود آف ہو چکی تھی۔

" کیسی ہے وہ ؟" کچھ دیر بعد اس کی بھاری آواز کمرے میں گونجی۔ وہ کمزور نہیں تھا یہ بات وہ لڑکی جانتی تھی۔ مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ سامنے کھڑے شخص کی ایک انسان کے آگے کی نہیں چلتی۔ اس لڑکی نے سر جھٹک کر اپنا چہرہ بھی کھڑکی کی جانب موڑ لیا۔

" ٹھیک ہے۔" ڈوبتے سورج کی مدھم روشنی درختوں کے پتوں سے گزرتی زمین پر نقوش بنا رہی تھی۔

" میرے پاس کیا نہیں ہے؟ وہ مجھے کیوں نہیں اپنا لیتی؟" عجب سی بے بسی تھی۔ لڑکی سرد آہ بھر کر رہ گئی۔ وہ صحیح تو کہہ رہا تھا۔ اس کروڑوں کی جائیداد کا وہ اکلوتا وارث تھا۔ مگر قسمت کہاں نوابوں کے لاڈ اٹھایا کرتی ہے؟؟

" بتاؤ !! میرے پاس کیا نہیں ہے ؟" اس کے سر پر ایک جنون طاری تھا۔ اس کی بات پر لڑکی کے کانوں میں کچھ جملے گونجے۔

(اس کے پاس نگاہوں کو جھکا لینے کا ہنر نہیں ہے۔)

" میں بتاؤں تمہارے پاس کیا نہیں ہے؟" اس کے مبہم سے انداز پر اس کے ساتھ موجود انسان نے رخ موڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جبکہ اس کی نظریں دور فضا میں کسی غیر مرئی مقام کو تک رہی تھیں۔

" بتاؤ !" وہ جاننے کو بے تاب تھا۔

" تمہارے پاس نگاہوں کو جھکانے کا ہنر نہیں ہے۔" وہ انسان بے بسی سے بالوں پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

" یہ قابو میں ہی نہیں رہتیں!! میں کیا کروں ؟ وہ مجھے بے بس کر دیتی ہے۔" وہ مسکرا اٹھی۔اب اس کا چہرہ اس انسان کی جانب تھا۔

" پھر جاؤ۔پہلے انہیں قابو کرو۔" اس کی بات پر نوجوان نے اپنا سر جھٹک دیا۔یکدم اس کی نظر اس لڑکی کے ہاتھ میں موجود موبائل پر پڑی۔

" تمہارا اس سے رابطہ ہوا ؟" اس کے ذکر پر لڑکی کا سر خود بخود جھک گیا۔

یوں ہی تمہارے ذکر پر جھک گیا ہمارا سر

کہ کہیں زمانہ ہماری آنکھوں کی تحریر نہ پڑھ لے

" نہیں۔" لہجے میں شکستگی نمایاں تھی۔وہ آخر کیا کرے کہ وہ انسان اس کے پاس لوٹ آئے ؟

"کب تک انتظار کرنے کا ارادہ ہے ؟" وہ دونوں ہی اپنے پسندیدہ انسانوں کی ایک جھلک دیکھنے کو ترسے ہوئے تھے۔

" جب تک زندہ ہوں۔" اس کے جواب پر وہ مسکرا اٹھا۔

" تم بھی انتظار کرو۔میں بھی کر رہا ہوں۔دیکھتے ہیں پہلے کس کا انتظار ختم ہوتا ہے۔" اس کی بات پر اس لڑکی نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا اور پھر اس نوجوان کے چہرے پر نظر ڈالی جس پر بے بسی بھری مسکان پھیلی تھی۔

" تم انتظار مت کرو۔وہ تمہارے پاس کبھی نہیں آئے گی۔" وہ اسے سچ بتانا چاہتی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ انسان اپنی ساری عمر ضائع کر ڈالے۔مگر اس کی بات پر اس انسان کے چہرے کی مسکراہٹ تھم گئی۔

"کیوں ؟"

"کیونکہ وہ تمہارے لیے نہیں بنائی گئی۔" اس سے پہلے وہ اس لڑکی کی بات کو سمجھ پاتا اس کی جیب میں موجود موبائل تھرتھرایا۔

"ہیلو !" دوسری جانب سے کچھ کہا گیا جس پر اس کے تاثرات تن گئے۔

" ان کی ساری زمینوں کو آگ لگا دو۔" اس کا لہجہ غصے سے بھرا ہوا تھا۔وہ لڑکی طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

"کیا ہوا؟" اس نے نوجوان کے تاثرات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔اب اس کے تاثرات کچھ حد تک نارمل ہو چکے تھے۔

" اعوانوں نے ہماری فصل کو جلانے کی کوشش کی مگر وہ ناکام ٹھہرے۔خیر ! چھوڑو۔انہیں تو میں دیکھ لوں گا۔۔۔ تم کیا کہہ رہی تھی؟؟ " اس لڑکی کے چہرے پر پھر سے طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں نے کہا کہ وہ تمہارے لیے نہیں بنی۔بالکل بھی نہیں بنی۔۔۔اس کی جستجو چھوڑ دو۔" اس کے دو ٹوک لہجے پر اس نوجوان نے اپنا سر جھٹک دیا۔

" اس کا انتظار کر کر کے تمہارا دماغ ہل گیا ہے۔" وہ خفگی سے کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ وہ لڑکی مسکرا اٹھی۔

☆

کمرے میں موجود کھڑکی سے سنائی دیتے شور سے بے نیاز وہ مرد کرسی پر بیٹھا اپنے سامنے موجود کینوس پر بکھرے رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔اس کے دائیں جانب موجود میز پر رکھے ٹرے میں مختلف رنگ موجود تھے۔اس کی بھوری آنکھیں مسلسل اس کینوس کو تک رہی تھیں۔

سفید شرٹ کے بازوؤں کو کوہنیوں تک موڑے وہ نوجوان کافی سنجیدہ نظر آتا تھا۔اس کے کمرے میں چاروں اطراف پینٹنگز موجود تھیں۔مگر ہر پینٹنگ نہایت پر اسرار تھی۔

اس کی نگاہوں کا مرکز بنی پینٹنگ ان میں سے سب سے زیادہ خاص تھی۔اسے آج بھی وہ دن یاد تھا جب اس نے اس پینٹنگ کو بنایا تھا۔دیواروں پر لگی پینٹنگز اس کے تاثرات پڑھ پانے سے قاصر تھیں۔کرسی سے ٹیک لگائے وہ چند سال پیچھے چلا گیا۔

(" یہ تم نے کیا بنایا ہے ؟ " ایک عورت اس 13 سالہ بچے کا بازو پکڑے چیخی تھی۔اس بچے کے تاثرات عجیب سے تھے۔اس نے ایک طرف بنی سیاہ و سفید پینٹنگ پر نگاہ ڈالی اور پھر اپنی ماں کو دیکھا جو سخت تاثرات سے اسے ہی تک رہی تھی۔

"اتنی پیاری تو ہے !!!" مدھم لہجے میں کہنے پر اس کی ماں نے جھرجھری لی اور اس پیاری پینٹنگ کی جانب دیکھا۔وہ پینٹنگ دیکھنے والوں کو پہلی نظر میں مبہوت کرتی تھی۔۔پھر ڈراتی تھی اور پھر کہتی تھی مجھ میں کھو جاؤ !

اس پینٹنگ کے عین وسط میں گرے رنگ سے بنایا گیا ایک بچہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔جہاں سفیدی ہی سفیدی چھائی تھی۔جبکہ زمین کو سیاہ رنگ میں ڈھالا گیا تھا۔صرف اتنا ہی نہیں اس بچے کے ارد گرد جھاڑیاں بنی تھیں جن میں سے جھانکتی بہت سی آنکھوں کی نظریں اس بچے کے وجود پر جمی تھیں۔

اس کی ماں نے پھر سے جھرجھری لی اور اپنے بچے پر نگاہ ڈالی۔

" میں اسے جلا رہی ہوں۔۔" وہ پینٹنگ کی جانب بڑھی مگر اس سے پہلے وہ اسے ہاتھ لگاتی وہ بچہ اس کے سامنے کھڑا ہو چکا تھا اس کے چہرے پر بے خوفی چھائی تھی۔

" آگے سے ہٹو۔" اس نے بچے کو پیچھے کرنا چاہا مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔

" پلیز ! ماں !! اسے مت چلائیں۔میں اسے کہیں چھپا دیتا ہوں۔پلیز !! اسے مت جلائیں۔" اس کے لہجے میں اس قدر التجا تھی کہ اس کی ماں کا بڑھتا ہاتھ تھم گیا۔انہوں نے ایک نظر اپنے بیٹے پر ڈالی جس کے سیاہ بال اس کی پیشانی پر پھیلے تھے۔بھوری آنکھوں میں ایک چمک تھی۔اس کا قد تیزی سے بڑھ رہا تھا۔جس وجہ سے وہ اپنے ہم عمر بچوں سے بڑا لگتا تھا۔

" پلیز ! " اسے وہ پینٹنگ بہت عزیز تھی۔جس وجہ سے وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔اس کی ماں لمبا سانس بھر کر رہ گئی۔اس نے آگے بڑھ کر بچے کی پیشانی پر بکھرے بالوں کو سمیٹا اور تھوڑا سا جھکی۔اسے اس پینٹنگ کو دیکھ کر خوف کے ساتھ ساتھ حیرانی محسوس ہو رہی تھی کہ اس کے 13 سالہ بیٹے نے وہ پینٹنگ کیسے بنائی ؟؟ وہ اس کے پیچھے چھپے مطلب کو اچھے سے سمجھ رہی تھی۔

" یہ تم نے کیسے بنائی ؟ " اس سوال پر اس بچے کی آنکھیں چمکیں۔وہ ہلکا سا مسکرایا اور اپنے ہاتھوں کو آگے کیا۔

" ان ہاتھوں سے۔۔" اسے اپنی ماں کے غصے کو ٹھنڈا کرنا تھا اور وہی ہوا۔اس کی ماں کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"چلو اس کو الماری میں رکھ دو۔اب یہ مجھے باہر نظر نہ آئے اور آئیندہ ایسا ویسا کچھ نہیں بنانا۔۔ورنہ تمہارے کلرز اور کینوس کی خیر نہیں !!! " وہ اسے تنبیہہ کرتی ہوئی باہر نکل گئی جبکہ بچہ اس پینٹنگ کو تکتا رہ گیا۔۔)

آنکھیں کھولنے پر وہ پینٹنگ ایک دفعہ پھر اس کے سامنے تھی۔۔اپنی تمام تر پر اسراریت سمیت !!

اس نے تھکے سے انداز میں کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

ٹپ ٹپ کر کے چھت سے ٹپکتا پانی زمین پر رکھی بالٹی میں گر رہا تھا۔دوپہر سے شام ہو چکی تھی مگر بارش کا زور نہ ٹوٹا تھا۔بارش شروع ہوتے ہی محلے کی روایت کے مطابق بجلی جا چکی تھی۔کمرے کے ایک کونے میں وہ 13 سالہ بچی حراساں نظروں سے اپنے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔

کمرے کے دروازے سے ہلکی نیلگی روشنی اندر داخل ہو رہی تھی۔جبکہ وہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے نفی میں سر ہلانے میں مصروف تھی۔نیلے پڑتے لب ہلکے سے پھڑپھڑائے تھے۔

" نہیں ! چپ کر جاؤ۔۔بس چپ کر جاؤ۔" آخر کار وہ چیخ اٹھی۔گھر کے باقی مکین برآمدے میں رکھی چارپائیوں پر بیٹھے کھانا کھانے میں مصروف تھے۔اس کی چیخ سنتے ایک فربہی مائل عورت نے اپنے سامنے بیٹھے مرد پر نظر ڈالی۔جس کی نظریں ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز اپنے سامنے رکھے کھانے پر مرکوز تھیں۔

فریج کے اوپر رکھی گئی بیٹری والی لائٹ سے پھوٹتی روشنی برآمدے میں پھیلی تھی۔

" امی ! امی ! اپیہ کو کیا ہوا ہے ؟" ساتھ والی چارپائی پر بیٹھے بچے نے اپنی ماں کا دوپٹہ کھینچا۔اس کے ساتھ بیٹھی اس کی 11 سالہ بہن خاموشی سے کھانا کھا رہی تھی۔اس کی ماں نے پھر سے اپنے سامنے بیٹھے مرد پر ایک نظر ڈالی۔اسے ایک نگاہ میں پریشانی ، خوف اور الجھن تھی۔

پانی کا گلاس چارپائی پر رکھتے ہوئے اس آدمی نے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"بیٹا ! تمہاری اپیہ پاگل ہے۔تم کھانا کھاؤ ! " اس کے لہجے میں ایسی تلخی تھی کہ وہ عورت تاسف سے سر ہلا کر رہ گئی۔

" نہیں بابا ! میری اپیہ بہت اچھی ہیں۔میں ان کے پاس جا رہا ہوں۔" اس کی بات پر اس آدمی نے سخت نظروں سے اسے گھورا۔

" چپ کر کے کھانا کھاؤ۔اب مجھے تمہاری آواز نہ سنائی دے۔" بچہ سہم کر واپس بیٹھ گیا۔

" میں۔۔میں اسے کھانا دے آؤں ؟ " ڈرتے ڈرتے اجازت طلب کی گئی۔بارش کی شدت میں کمی آ چکی تھی۔

اس عورت کی بات پر دائیں طرف موجود چارپائی پر بیٹھی ایک بوڑھی خاتون نے نخوت سے اس کی جانب دیکھا۔

" ہمارے زمانے میں جب تک شوہر کھانا نہ کھا لے تب تک بیوی اس کے پاس سے نہیں اٹھتی تھی۔چپ کر کے بیٹھی رہو۔" اس عورت نے لمبا سانس بھر کر اپنے سامنے بیٹھے اس بے حس انسان کو دیکھا۔

" اماں ! وہ بھی میری بیٹی ہے۔آپ کی پوتی ہے۔۔۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتی سامنے بیٹھے مرد نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔سخت نظریں اس کی بیوی کے چہرے پر گڑھی تھیں۔

" بس۔۔میری اماں کے آگے زبان چلاتی ہے ذلیل عورت ! " اس عورت کا جھکا سر مزید جھک گیا۔ان کی باتیں اندر موجود سسکتے وجود تک پہنچ رہی تھیں۔

" اور وہ کوئی بیٹی ویٹی نہیں ہے۔منحوسیت کی بوری ہے۔" اسے ذرا احساس نہ تھا کہ اس کے ساتھ بیٹھے بچوں پر اس کی باتوں کا کیا اثر مرتب ہو رہا تھا ! 10 سالہ بچہ اپنی آنکھوں میں غصہ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔جبکہ 11 سالہ بچی اپنے باپ کی باتوں سے متفق نظر آتی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ آدمی سر پر ٹوپی پہنتا مسجد کی جانب روانہ ہو گیا۔

اسے باہر جاتا دیکھ کر اس عورت نے سکون کا سانس بھرا۔وہ اپنی ساس کو دیکھتی چارپائی سے اٹھی جو وضو کرنے واش روم سے باہر بنے کھرے کی جانب بڑھ چکی تھی۔ان دونوں کے وہاں سے جاتے ہی وہ بچہ بھی اپنی بہن کے کمرے کی جانب بھاگا تھا۔

"اپیہ ! آپ کو کیا ہوا ؟ " وہ بھاگتا ہوا اپنی بہن کے سینے سے جا لگا۔اپنے بھائی کو دیکھ کر اس کے وجود کو راحت ملی تھی۔

"کچھ نہیں میرا بچہ !! "

" بیٹا۔۔آؤ کھانا کھا لو " تھوڑی دیر میں ان کی ماں کھانا لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔اپنی ماں کو دیکھ کر اس نے اپنا رخ دوسری جانب پھیر لیا۔جو اس کے پاس بیٹھ چکی تھی۔

" مجھے معاف کر دو میری بیٹی ! میں تمہارے لیے نہیں لڑ سکی۔" اپنی بیٹی کی یہ حالت دیکھ کر اس کی آنکھوں میں نمی پھیل گئی۔

" اپ کا قصور نہیں ہے امی !! میں ہوں ہی منحوس !! " بچی کی بات سن کر اس کا دل تڑپ اٹھا۔اس نے اس بچی کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

" منحوس کیا ہوتا ہے اپیہ ؟ "وہ دونوں اس کا سوال سن کر ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گئیں۔وہ بچہ اس لفظ کا مطلب جاننا چاہتا تھا۔۔۔جس سے اس کا باپ اور دادی اس کی اپیہ کو مخاطب کرتے تھے۔

"کچھ بھی نہیں ہوتا۔۔تم اپنے باپ کے باتوں کو اتنی توجہ نہ دیا کرو۔" اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ اس کے شوہر کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ اس کے بچوں کے ذہن پر اپنا نقش چھوڑ

رہا تھا۔مگر وہ کیا کر سکتی تھی ؟؟ اس کے ہاتھ حتیٰ کہ زبان بھی بندھی ہوئی تھی۔اب وہ نوالے بنا کر اپنی بیٹی کے منہ میں ڈال رہی تھی۔

اسے آج بھی وہ دن یاد تھا۔جب اس کی بیٹی پیدا ہوئی تھی۔اسے اپنی ساس کے طعنے سننے کو ملے تھے۔اس کے سسرال والے بیٹا چاہتے تھے۔مگر بیٹی نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔اس بیچاری بچی کا کیا قصور تھا؟؟ جو ان لوگوں کی نفرتوں کو سہہ رہی تھی۔۔

اس نے ایک نظر اپنے بیٹے پر ڈالی اور مسکرا اٹھی۔جو اپنے ننھے ہاتھوں سے نوالہ بنا کر اپنے بہن کو کھلا رہا تھا۔اسے یقین تھا کہ اس کا بیٹا اپنی بہنوں کا محافظ بنے گا۔اسے یہ بات بھی معلوم تھی کہ اس کی بیٹی عام ہرگز نہیں تھی !! وہ غیر معمولی ذہانت کا مالک تھی۔۔نہ جانے وقت ان کے ساتھ کیا کرتا ہے؟؟

☆

"حافی !! او حافی ! جا اپنی پھوپھی کے گھر کھیر دے کر آ۔" وہ چارپائی پر کتابیں پھیلائے پڑھنے میں مصروف تھی کہ رضیہ بیگم کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔اس نے چونکتے

ہوئے سر اٹھایا اور دیوار پر لگی گھڑی پر نظریں دوڑائیں۔مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔باہر ہلکی ہلکی نیلگی روشنی پھیلی تھی۔

" حافی ! " ایک بار پھر سے پکار سن کر وہ پاؤں میں جوتا پہنتی باہر آ گئی۔برامدے میں بیٹھی بوڑھی خاتون تسبیح پڑھنے میں مصروف تھی۔

" جی ! " وہ اب ان کے سامنے کھڑی تھی۔

" جا ! پھپی کے گھر کھیر دے کر آ۔" وہ ان کی بات کو سن کر حیران ہوئی تھی۔انہیں اچھے سے معلوم تھا کہ اس کا باپ اسے اس وقت تو درکنار دن کی روشنی میں بھی باہر نہ جانے دے۔وہ بھی پھوپو کے گھر۔۔۔ناممکن !!

" دادو ! ھادی کو بھیج دیں۔" وہ ہلکی سی آواز میں منمنائی۔جس پر رضیہ بیگم نے اسے تند نظروں سے گھورا۔

" وہ باہر گیا ہوا ہے اور حمنہ کام کر رہی ہے۔تو چلی جا۔۔" ان کے لہجے کی تلخی کو محسوس کر کے اس نے لمبا سانس بھرا۔

" اگر بابا آ گئے ؟؟" آخری دفعہ کوشش کی گئی۔

" نہیں آتا تیرا ابا۔۔ نماز پڑھنے گیا ہوا ہے۔۔ایک کام پر موت پڑ رہی ہے تجھے !! " اسی لمحے چارپائی پر پڑا اسٹیل کا گلاس زمین پر گرا۔حافہ نے حراساں نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔رضیہ بیگم بھی چونکی تھیں۔

مگر پھر سر جھٹک کر انہوں نے اپنی تسبیح کی جانب دیکھا۔

"میرا منہ کیا دیکھ رہی ہے ؟؟ اس کو نیچے سے اٹھا اور اپنی پھپی کے گھر کھیر دے کر آ۔ مجال ہے جو تو کوئی کام کر لے۔" ہحافہ نے نیچے جھک کر گلاس اٹھایا اور ایک نظر اپنے حلیے پر ڈالی۔ہلکے آسمانی رنگ کے شلوار قمیص میں اس کی سانولی رنگت مزید واضح ہو رہی تھی۔گھنگریالے بھورے بال چٹیا میں لپٹے تھے۔سر پر ریشمی نیلا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔کچھ دیر بعد وہ باہر آئی تو اس کے سر پر ایک بادامی رنگ کی چادر موجود تھی۔جس نے اس کے چہرے کو بھی ڈھانپ رکھا تھا۔کچن سے کھیر کی پلیٹ اٹھا کر وہ اپنی پھوپو کے گھر کی جانب بڑھ گئی جو ان کے گھر سے چند قدموں کی دوری پر تھا۔

اسے بس اتنا معلوم تھا کہ وہ لوگ کچھ ماہ پہلے پھوپھا کی موت کے بعد کشمور سے یہاں لاہور میں شفٹ ہوئے تھے۔اس کے سننے میں آیا تھا کہ اس کے پھوپھو کا ایک نوجوان بیٹا بھی تھا مگر وہ اس سے کبھی نہیں ملے تھی۔اس کے گھر والے اسے کہیں نہیں لے کر جاتے تھے۔منحوس جو تھی !! اس کی آنکھوں میں نمی چھا گئی۔

باہر گلی میں اکا دکا لوگ جا رہے تھے۔ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔وہ لمبا سانس بھر کر اپنے پھوپھو کے گھر کے دروازے پر کھڑی ہو گئی۔جس کے آگے سفید جالی دار پردہ لٹک رہا تھا۔جس کی جالی کے پار سے اندر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔کشادہ صحن میں کوئی نہیں تھا۔نیم کے درخت کے نیچے دو چارپائیاں موجود تھیں۔اس نے ہمت جمع کرتے ہوئے دروازے پر دستک دی۔

اس دستک نے اندر بیٹھے ایک انسان کے انہماک کو بری طرح متاثر کیا تھا۔اپنے سامنے ادھوری پینٹنگ دیکھ کر اس کے اندر تک ناگواری چھا گئی۔اس نے اپنے ہاتھوں پر لگے رنگوں کو دیکھا اور لمبا سانس بھر کر اٹھ کھڑا ہوا۔باہر کھڑی حافہ کا دل گھبرا رہا تھا۔

اس کی پھوپھو اس کے ساتھ بری نہیں تھی تو اچھی بھی نہیں تھی۔وہ سب کے لیے ایک غیر ضروری انسان تھی۔۔۔جس کے ہونے یا نہ ہونے سے کسی کو فرق نہیں پڑتا تھا۔چند لمحوں کے انتظار کے بعد اسے جالی کے پار سے ایک مرد دروازے کی جانب بڑھتا دکھائی دیا ۔سفید شرٹ اور نیلی پینٹ میں ملبوس اس مرد کا چہرہ واضح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

دوسری جانب اس نوجوان نے جالی دار پردے کے پار کھڑی اس لڑکی کو دیکھا۔جو چادر سے نقاب کیے کھڑی تھی۔جس سے اس کی آنکھیں جھلک رہی تھیں۔یکدم اسے حیرت ہوئی۔۔۔اسے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کے وہ اس کے ماموں کی بڑی بیٹی تھی۔کیونکہ چھوٹی کو تو وہ کافی مرتبہ اپنے گھر پر دیکھ چکا تھا۔

حافہ کو معلوم تھا کہ اگر اس کا باپ گھر پہنچ گیا تو شاید وہ اسے اگلے کچھ دنوں کے لیے گھر سے باہر بھی نہیں نکلنے دے گا۔مگر اس کے پیپرز ہو رہے تھے جو وہ بالکل بھی نہیں چھوڑ سکتی تھی۔اسے آج بھی یاد تھا کہ اس نے کتنی مشکل سے میٹرک کے بعد آگے پڑھنا جاری کیا تھا۔اس نے اپنے سوچوں کو جھٹکا۔وہ نوجوان اب دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا۔

جالی دار پردے کو ہٹاتے ہی اس کی نگاہیں جھک گئیں۔حافہ نے حیرت سے اس کی جھکتی نگاہوں کو دیکھا۔جو اب زمین کو تک رہی تھی۔یکدم چاروں سو ایک عجیب سا احساس چھا گیا۔چلتی ہوا میں حافہ کو اپنا آپ اڑتا محسوس ہوا۔

اسے خاموش دیکھ کر نوجوان نے گلا کھنکارا۔جس پر حافہ نے بوکھلاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔

"السلام علیکم ! میں حافہ۔۔۔آپ کے ماموں کی بیٹی۔۔وہ یہ دادو نے پھوپھو کے لیے۔۔۔" بولتے بولتے وہ یکدم رکی اور اپنی ہاتھوں میں موجود پلیٹ کو دیکھا۔نوجوان کی نظریں ابھی بھی زمین پر گڑھی تھیں۔جبکہ چہرے کی نوگواری ناگواری زائل ہو چکی تھی۔

" نہیں۔۔آپ کے لیے۔۔" پھر اس نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔نوجوان کے چہرے پر اب کی بار ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔حافہ نے لمبا سانس بھرا۔

" میرا مطلب ہے۔۔دادو نے آپ دونوں کے لیے یہ کھیر بھجوائی ہے۔" حافہ نے پلیٹ آگے کی جسے اس نوجوان نے نہایت احتیاط سے تھام لیا۔پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور آسمان کی جانب ایک نظر ڈالی۔

حافہ اس کی گھومتی نظروں کو دیکھ رہی تھی۔

" اے بنت حوا !! اس وقت آپ کا یہاں کھڑا رہنا اور نہ ہی گھر کے اندر آنا مناسب ہے۔ اس لیے آپ اپنے گھر چلی جائیں۔" وہ پہلی دفعہ بولا تھا اور حافہ کو لگا کہ اس سے خوبصورت آواز اس نے کہیں نہیں سنی۔

سنجیدگی میں لپٹا لہجہ۔۔جسے سننے کی بار بار خواہش کی جائے !!

" دراصل۔۔ماں گھر پر نہیں ہیں۔" اس نے مزید وضاحت دینا ضروری سمجھا۔جس پر حافہ نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے قدم پیچھے کی جانب بڑھائے۔اسے اپنا دل بوجھل سا محسوس ہوا۔اپنے گھر کی دہلیز پر کھڑے ہو کر اس نے دائیں جانب موجود گھر پر ایک نظر ڈالی۔ جہاں وہ نوجوان ابھی بھی پلیٹ تھامے دروازے پر کھڑا تھا حافہ کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ حافہ کا دل زور سے دھڑکا۔اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ نوجوان اپنے گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

اس کے اندر جانے پر حافہ نے اپنا سر جھٹکا اور گھر کے اندر قدم رکھے۔

" چلے جاؤ یہاں سے۔۔میں تم سے نہیں ڈرتی!! سنا تم نے ؟ " ایک دفعہ پھر وہ اپنے کمرے میں بیٹھی چھینخ رہی تھی۔

" یہاں سے چلے جاؤ۔۔کیوں مجھے دکھائی دیتے ہو ؟ " وہ کسی نادیدہ وجود سے مخاطب تھی۔ اس کی سماعت میں بہت سے جملے گونجنے لگے۔جس پر وہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ چکی تھی۔ اس نے نم آنکھوں سے اپنے سامنے پھیلی کتابوں کو دیکھا اور پھر ادھر ادھر نظریں دوڑائیں ۔یکدم ساری آوازیں خاموش ہو گئیں۔

اس لمحے ایک نو عمر لڑکا کمرے کے اندر داخل ہوا۔اس نے دکھ بھری نظروں سے اس لڑکی کو دیکھا اور جلدی سے اس کی جانب بڑھا۔

"کیا ہوا اپیہ ؟ " لڑکے نے آہستگی سے اس کا سر تھپکا۔جبکہ وہ اب لمبے لمبے سانس بھرتی خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔لڑکے نے سائڈ پر رکھے ایک ٹیبل سے انہیلر اٹھایا اور لڑکی کو تھمایا۔

جس پر وہ مسکرائی۔ا

ب اس لڑکے نے سارے کتابیں ایک جانب رکھیں اور خود اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

" کہاں تھے تم ؟ " اپنی اپیہ کے سوال پر اس نے زبان دانتوں تلے دبائی اور اپنا کان کھجایا ۔

" وہ۔۔میں حاتم بھائی کے پاس گیا تھا۔" اس کی بات پر لڑکی نے اس کا کان زور سے پکڑا۔ جس پر وہ کراہ اٹھا۔

"کان میں بڑی کھجلی ہو رہی ہے نا ؟ سچ سچ بتاؤ کہاں تھے ؟ " اب کی بار اس کا لہجہ کافی حد تک سخت تھا۔

" اپیہ !! سچ بتا رہا ہوں۔۔حاتم بھائی کے پاس تھا۔" لڑکی کی گرفت اس کے کان پر مزید سخت ہو گئی۔

" جھوٹ !! وہاں تو میں گئی تھی۔۔تم تو وہاں نہیں تھے۔" اس کی بات پر وہ جلدی سے اس کی گود سے اٹھا اور حیرت سے اپنی اپیہ کو دیکھا۔جو اس کے کان کو چھوڑ چکی تھی۔

" آپ وہاں گئی تھیں ؟ " اس کے تحیر بھرے لہجے پر لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں تو وہاں گئی تھی۔۔تم بتاؤ تم کہاں تھے ؟ " اس کے تند لہجے پر لڑکے نے لمبا سانس بھرا۔

" دوستوں کے ساتھ کھیلنے گیا تھا۔" وہ سر جھکا کر بولا۔لڑکی ابھی بھی اسے سخت نظروں سے گھور رہی تھی۔

" نماز پڑھی ؟ " اس نے آستگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم عبدالھادی ہو۔۔میں نے تمہیں جھوٹ بولنا نہیں سکھایا ہادی !!" اس کے تھکے سے لہجے پر ہادی نے فوراً سے اپنے کان پکڑ لیے۔

" سوری ! اب آئیندہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔" ہادی کے شرمندہ لہجے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

" آپ کے کتنے پیپرز رہتے ہیں ؟ " وہ دوبارہ سے اس کی گود میں لیٹ چکا تھا۔وہ لڑکی اب اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی۔

" کل آخری ہے۔مگر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" اس کی بات پر لڑکے نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

" اپیہ ! کیوں ڈر رہی ہیں ؟ آپ کا بھائی ہے نا!! " وہ مسکرا اٹھی۔ مگر دل میں ڈر کے پہرے تھے۔۔

" بابا مجھے آگے نہیں پڑھنے دیں گے اور مجھے آگے پڑھنا ہے۔" اس نے ہادی کی پیشانی پر بکھرے بالوں کو پیچھے کیا۔

" اپیہ ! میرا آپ سے وعدہ ہے۔آپ آگے پڑھیں گیں۔اپنے عبدالھادی پر یقین رکھیں۔" لہجے میں یقین ہی یقین تھا۔۔عزم تھا ، مان تھا۔

" شکریہ ہادی ! " اس بھری دنیا میں ایک وہی تو اس کا خیر خواہ تھا۔اس کا سہارا تھا ، محافظ تھا۔۔اس کا بھائی تھا۔

" اپیہ ! یہ میرا فرض ہے۔آپ شکریہ کا تکلف مت کریں اور کل کے پیپر کی تیاری کریں۔ مجھے اس دفعہ بھی آپ کی پہلی پوزیشن چاہیے۔" وہ اس کی گود سے اٹھتا کھڑا ہو گیا۔

" ان شاءاللہ۔۔میں تمہاری امیدوں پر پورا اتروں گی۔" اس کی بات پر ہادی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور آیت الکرسی پڑھ کر ارد گرد پھونک ماری۔لڑکی کا دل یکدم سے پرسکون ہو گیا۔

" شب بخیر ! " ہادی کے باہر جانے پر اس نے لمبا سانس بھر کر اپنی کتابوں کو دیکھا۔

☆

پلاکا کی گلیوں میں چلتے ، پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ سب سے خفا سا لگتا تھا۔سورج ڈوبنے کو تھا اور بہت سی اداسیاں اس کے اندر سر اٹھانے کو تھیں۔نیلی جینز کی پینٹ اور کالی رف سی شرٹ پہنے وہ پلاکا کی قدیم گلیوں سے گزرتا اپنے اندر اٹھتی آوازوں کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ اپنے ارد گرد روشنیوں میں ڈوبے ریسٹورانٹ اور کیفے کی رونقوں سے بے نیاز سر جھکائے چلتا جا رہا تھا۔

جیسے ہی وہ پینے پیسٹیمیو (ایک یونانی گلی) میں داخل ہوا تو اس کا موبائل تھرتھرایا۔سکرین پر جگمگاتے نمبر کو دیکھ کر ایک اداس سی مسکراہٹ اس کے چہرے کو چھو گئی۔

" السلام علیکم ! کیسے ہو حذیفہ ؟ " اس نے سر اٹھا کر اپنے ارد گرد موجود روشنیوں کو دیکھا مگر خود کو اندھیروں میں گھرا پایا۔

" وعلیکم السلام ! میں ٹھیک ہوں۔تم سناؤ کیسے ہو ؟" حذیفہ کے سوال پر اس نے لمبا سانس بھرا۔وہ اسے کیا جواب دیتا ؟؟

" ٹھیک ہوں ! " مدھم آواز میں کہا۔حذیفہ اپنے کمرے میں بیٹھ کے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

" یار ! تم کیوں چلے گئے ؟ "

"مقدر میں یہی تھا۔" اس کی بات پر حذیفہ نے اپنا سر جھٹکا۔

" تم سے بحث فضول ہے۔خیر ! اتنے دن ہو گئے۔میں نے تم سے کچھ سنا نہیں۔کچھ سنا دو یار !! " اس کا قہقہہ فضا میں بلند ہوا۔

" میں اس وقت ریسٹورانٹ میں نہیں ہوں۔" اس نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"کچھ نہیں ہوتا۔۔کسی کو کیا پتہ تم کیا کہہ رہے ہو!! سنا دو نا۔۔پلیز ! " حذیفہ کے منتوں پر اتر آنے پر اس نے لمبا سانس بھرا اور آسمان کی جانب دیکھا۔پھر آہستگی سے اپنا گلا کھنکارا۔

تم میرے ہو ، اس پل میرے ہو

کل شاید یہ عالم نہ رہے

اس کی دل سوز آواز پینے پیسٹیمیو میں گونج اٹھی۔

کچھ راہگیروں نے اس کی جانب حیرت سے دیکھا۔مگر وہ ارد گرد سے بے نیاز ماضی کی سوچوں میں گم ہو چکا تھا۔

(" تمہیں مجھ سے محبت کیوں ہے ؟ " نوجوان نے تھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی سے استفسار کیا۔اس کے لہجے میں تجسس تھا۔اس کے سوال پر وہ لڑکی مسکرائی۔

" پتہ نہیں !! شاید محبت کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔یہ تو بس ہو جاتی ہے۔" لڑکی کی بات پر نوجوان نے قہقہہ لگایا۔)

کچھ ایسا ہو تم تم نہ رہو

کچھ ایسا ہو ہم ہم نہ رہیں

(" آپ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے ؟ " پارک میں ایک دوسرے کے ساتھ چلتے وہ دونوں مکمل لگ رہے تھے۔لڑکی کے لہجے میں ایک ڈر تھا۔

" مجھ پر یقین رکھو۔" اس ایک جملے پر وہ لڑکی مسکرا اٹھی۔)

یہ راستے الگ ہو جائیں

چلتے چلتے ہم کھو جائیں

(" واپس کب آئیں گے ؟ " اس کے سوال پر وہ نوجوان مسکرا کر رہ گیا۔

" پتہ نہیں ! خیر ! تمہیں ایک بات بتاؤں ؟" اس کے سوال پر لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں تھیسئس ہوں۔" اس کی بات پر لڑکی کی آنکھوں میں حیرت در آئی۔لڑکی کو یقیناً اس کی بات کی سمجھ نہیں آئی تھی۔)

میں پھر بھی تم کو چاہوں گا

میں پھر بھی تم کو چاہوں گا

اس چاہت میں مر جاؤں گا

میں پھر بھی تم کو چاہوں گا

یہاں آ کر اس کا ضبط جواب دے گیا۔آنکھوں اور لہجے میں نمی پھیل گئی۔دل پھٹنے کو آگیا۔ وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔یادیں ڈسنے کو آگئی تھیں۔

آنسو چہرے پر بہنے لگے۔

دوسری جانب حذیفہ اس کی حالت سے باخبر تھا۔وہ چاہتا تھا کہ اس کے اندر بھری اداسی باہر نکلے۔ایسے دوست بھی خدا کی نعمت ہوا کرتے ہیں۔

"واپس آ جاؤ۔" حذیفہ کی بات پر اس نے اپنا چہرہ صاف کیا اور کھڑا ہو گیا۔

" نہیں آ سکتا۔" اس کے لہجے میں کیا کچھ نہیں تھا!! درد ، بے بسی ، کسک۔۔۔

"کیوں نہیں آ سکتے ؟ کیوں اپنے ساتھ ساتھ اس کو بھی اذیت میں ڈالا ہوا ہے۔وہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔واپس آ جاؤ۔" وہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا دیا۔وہ اب اپنی منزل پر پہنچ چکا تھا۔

" میں اسے بتا کر آیا ہوں کہ میں تھیسئس ہوں۔" اس کے سامنے تھیسیئس کا مجسمہ اپنے تمام تر قدامت لیے کھڑا تھا۔جسے وہ اپنی نم سنہری آنکھوں سے تک رہا تھا۔اس کی بات پر حذیفہ سیدھا ہو بیٹھا۔

" تھیسئس کون ہے ؟ " اس کے لہجے میں ایک الجھن تھی۔

" تھا ایک بے وفا۔۔۔میرے جیسا !! "

۔۔۔۔۔۔

" حبور ! اٹھ جاؤ۔۔ تمہیں تمہارے کسی پیارے کا واسطہ ہے!! اٹھ جاؤ۔۔" عائشہ نے اس کا کمبل کھینچا جسے وہ دوبارہ اپنے اوپر لے کے تکیے میں منہ دے چکی تھی۔

" میرا کوئی پیارا میری نیند میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ایک تم ہی سڑی ہوئی ہو۔" وہ نیند سے بھوجل آواز میں بڑبڑائی۔جس پر عائشہ اپنا سر تھام چکی تھی۔وہ پچھلے پندرہ منٹ سے اسے جگانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔

" نہیں ! تم نہ اٹھو میں ہی پاگل ہوں جو تمہیں روز جگانے آ جاتی ہوں۔" وہ خفگی سے رخ پھیر گئی۔حبور نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اپنا ناک چڑھایا۔

" میرے علم میں اضافہ کرنے کے لیے شکریہ !! " جلدی سے کہتے ہوئے اس نے اپنا سر کمبل میں چھپا لیا۔عائشہ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

" میں جا رہی ہوں۔۔تم سوتی رہو۔"غصے سے کہتے ہوئے وہ دروازے کی جانب بڑھی۔سورج کی کرنیں کھڑکی سے اندر داخل ہو رہی تھیں۔

" لائٹ آف کر کے جانا۔" اس سے پہلے وہ باہر نکلتی اس کے کانوں میں حبور کی آواز سنائی دی۔جس پر وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور پھر پیچھے مڑ کر اسے دیکھا جو کمبل کے اندر چھپی ہوئی تھی۔یکدم اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی حبور کے پاس کھڑی ہو گئی۔

" حبور اٹھ جاؤ ورنہ چنگیز خان آ کر تمہیں جگائے گا۔" وہ شریر سے انداز میں بولی جس پر حبور نے اپنی آنکھیں گھمائیں اور کمبل سائیڈ پہ کیا۔اب عائشہ کے چہرے پر بھرپور مسکراہٹ پھیلی تھی۔

" پتہ نہیں گاؤں والے اسے چنگیز خان کیوں کہتے ہیں ؟ مجھے تو وہ کہیں سے چنگیز خان کیا چنگیز خان کا آخری جانشین بھی نہیں لگتا !! " وہ اپنا جوتا پہنتی کھڑی ہو چکی تھی۔

" اگر نہیں لگتا تو تم اٹھ کیوں گئی ؟ " عائشہ کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔اس کے سوال پر حبور نے اسے تند نظروں سے گھورا۔

"کیونکہ میں اپنی بہن کی محنت ضائع ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ویسے یہ سب لوگ اس سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں ؟ " آخر میں اس کا لہجہ متجسس تھا۔"کیونکہ وہ گاؤں کا اگلا سردار ہے ۔" اس کے رازدارانہ انداز پر حبور کے چہرے پر بدمزگی چھا گئی۔لو بھئی!! بس اتنی سی بات!

" بڑا آیا اگلا سردار چنگیز خان !! " اسی وقت اس کے نظر دروازے پر پڑی جہاں وہ کھڑا اسے ہی گھور رہا تھا۔حبور نے بھی جواباً اسے آنکھیں دیکھائیں۔

" تمہیں تمیز نہیں ہے !! کسی لڑکی کے کمرے میں ناک کیے بنا نہیں آتے۔۔" عائشہ اب آرام سے صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔ٹام اینڈ جیری شو شروع ہونے والا تھا۔۔اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں مگر پاک کارن نظر نہ آئے۔جس پر اس نے برا سا منہ بنایا۔

حبور کی بات پر وہ لاپرواہی سے شانے اچکاتے کمرے کے اندر داخل ہو چکا تھا۔

"میں پہلے اندر نہیں آیا تھا۔۔اب آیا ہوں۔خیر !! صبح صبح اتنا چلا کیوں رہی ہو ؟ " وہ لمبے قدم اٹھاتے ہوئے عائشہ کے ساتھ صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

" نہیں !! تم نے یہ کمرہ خریدا ہے نا۔۔جب چاہتے ہو چلے آتے ہو " ان دونوں کو معلوم تھا کہ وہ صبح اٹھنے کے بعد اسی طرح چڑچڑی ہو جایا کرتی تھی۔اس لیے وہ دونوں مسکراہٹ دبائے اسے سن رہے تھے۔

"اب میری شکل کیا دیکھ رہے ہو ؟ نکلو یہاں سے۔۔مجھے تیار ہونا ہے۔میں پہلے ہی دن لیٹ نہیں ہونا چاہتی۔" ان دونوں کو صوفے پر جما دیکھ کر وہ اپنے ابرو اٹھاتے ہوئے بولی۔مگر ان دونوں کو وہاں سے اٹھتا نہ دیکھ کر وہ پیر پٹختے ہوئے الماری کی جانب بڑھ گئی۔جبکہ ساتھ ساتھ اس کی بڑبڑاہٹ جاری تھی۔

" ایک تو صبح صبح جگا دیا ہے اور اوپر سے تنگ کر کے رکھا ہوا ہے۔۔دیکھنا !! میں تم دونوں کی بابا کو شکایت لگاؤں گی۔" وہ اپنے کپڑے اٹھاتی واش روم کی جانب بڑھ گئی جبکہ ان دونوں نے جلدی سے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھا اور یہ ٹھاہ !!

کچھ دیر بعد کمرے میں ان دونوں کے قہقہوں کی آواز گونج رہی تھی۔

☆

بھولبھلایا کی گہرائی میں مائنوٹار

اسکی دی گئی تلوار سے مارا گیا ، سخت اور مردہ پڑا تھا

اور اس کی انگلی اسکے دیے گئے دھاگے کے پیچھے چل رہی تھی

اس نے ایک دفعہ پھر آسمان کو دیکھنے کے لیے دھاگہ جاری کیا

پھر تھیسئس جلدی سے نفرت کے ساحل سے

ایڈریانا کو اپنے سینے سے لگاتا بھاگ گیا

سمندر کی گرج کے اوپر سے گزرتے ہوئے ، کنگ مائنوس کی چیخیں سنتے ہوئے

وہ تیزی سے نیکسوس کی جانب بڑھے

وہ محبت کے سب سے نرم ، گہرے گھونسلے میں لیٹ گئے

جب وہ اس سے کہتی ہے ، اگرچہ میں تمہارے راستے کا واحد ذریعہ ہوں

مگر صدی تک گونجنے والی شہرت اب جیت لی گئی ہے

اور پھر بھی میں ڈرتی ہوں ، اوہ قسم ہے ہم الگ نہیں ہوں گے

افروڈائٹ کی قسم ! جانِ عزیز !!

پھر چمکدار بادل اٹھے اور سورج کو چھپا دیا

" تھیسئس کون ہے ؟ " اس کے لہجے میں الجھن واضح تھی۔

" تھا ایک بے وفا !! میرے جیسا !! " اس کے دکھ بھرے لہجے پر حزیفہ نے موبائل کو گھورا

۔

" بتاؤ نا کون تھا یہ تھیسئس ؟ " حزیفہ نے سوال پر اس نے اپنے اردگرد دیکھا۔ وہاں سیاحوں کا ایک ہجوم موجود تھا جو نیشنل میوزیم کو دیکھنے آیا تھا اور ایک وہ تھا جو روزانہ اس ایک مجسمے کو دیکھنے چلا آتا تھا۔جو کہ نیشنل میوزیم کے سامنے نصب تھا۔

" اب اپنی کہانی خود بتاؤں گا تو اچھا تھوڑی نہ لگوں گا۔" لہجے میں ہلکی سی خفگی تھی۔

" اوہو ! تم مجھے اچھے ہی لگو گے۔۔۔"

" استغفار کرو لڑکے ! لگتا ہے بھابھی کو شکایت لگانی پڑے گی۔" اس کے شگوفے پر حزیفہ کا قہقہہ بلند ہوا۔

" ہا ہا ہا ! شکر ہے تم اپنے سو کالڈ دکھ سے تو باہر نکلے۔" اس کے چہرے پر پھر سے ایک اداس مسکراہٹ چھا گئی۔وہ کیوں اتنا یاد آتی تھی ؟ وہ کیوں اس کی شاموں کو افسردہ کرتی چلی جا رہی تھی ؟ کیوں اب اسے دنیا کا کوئی رنگ نہیں بھاتا تھا ؟ اس نے اپنے اردگرد پھیلی روشنیوں کو دیکھا۔۔کیوں ان روشنیوں ، ان رونقوں اور ہجوم کے درمیاں اسی کا چہرہ دیکھائی دیتا تھا ؟۔۔۔۔

" بتا دو نا !! " حزیفہ کی آواز نے اس کی سوچوں پر پہرہ لگایا تو وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

" ہونیورسٹی کی طرف سے فری میں نیٹ ملا ہوا ہے نا ؟؟ اس کے سوال پر حزیفہ کے چہرے پر نا سمجھی چھا گئی۔

" ہاں !! "

" تو مسٹر حزیفہ ! خود ہی پتا کر لو۔اللہ حافظ ! مجھے ریسٹورانٹ جانا ہے۔" وہ حزیفہ کی بات سنے بنا ہی فون کاٹ چکا تھا۔

اب اس کی نظریں تھیسئس کے مجسمے پر جمی تھیں۔اس کی آنکھوں میں ایک درد تھا ، ملال تھا ، حزن تھا۔۔۔جبکہ چہرے پر حسرت بھری مسکراہٹ چھائی تھی۔یکدم سوچوں کے پردوں پر کسی کی یاد نے دستک دی۔وہ کس وقت یاد نہیں آتی تھی ؟ اس نے اپنا چہرہ آسمان کی جانب کر لیا اور سر نفی میں ہلایا۔اس کی اداس سنہری آنکھوں میں ایک فریاد تھی۔ایتھنز کی سرد ہواؤں نے اس نوجوان کے چہرے پر سے اپنی نگاہیں چرا لیں۔

وہ کچھ پل یونہی ساکت سا کھڑا آسمان کو تکتا رہا۔پھر اس نے یکدم سے مجسمے پر اپنی نظریں گاڑھیں۔اب اس کے لب ہلکے سے بڑبڑا رہے تھے۔

کون تھے تم تھیسئس ؟" مدھم سی آواز میں سرگوشی کی گئی اور پھر وہ کہیں کھو سا گیا۔

یونانی اساطیروں کے مطابق قدیم دور میں کریٹ پر بادشاہ مائنوس کا راج تھا۔جس نے ایک دیو مائنوٹار کو قید کرنے کے لیے ڈیڈلیس (ایک ماہر یونانی فنکار) سے بھولبھلیا بنوایا۔وہ ہر نو سال میں ایک دفعہ ایتھنز کے سات نوجوانوں کو سزا کے طور پر اس بھولبھلیا میں ڈال

دیتا تھا۔جہاں وہ مائنوٹار کا شکار بن جاتے تھے۔۔مگر اس دفعہ کچھ الگ ہوا تھا !! کچھ ایسا جسے صدیوں تک یاد رکھا جانا تھا۔۔۔

اس دفعہ ان سات نوجوانوں میں سے ایک تھیسئس تھا۔۔وہ جسے قسمت نے کچھ خاص کرنے کے لیے چنا تھا۔۔

مگر قسمت نے پلٹا کھایا اور مائنوس کی اپنی بیٹی ایڈریانا تھیسئس کو چاہنے لگی۔اس نے تھیسئس کو ایک تلوار اور جادوئی دھاگہ دیا جس کے ذریعے سے وہ مائنوٹار کو مارنے اور اس بھولبھلیا سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو پایا۔پھر وہ دونوں کریٹ سے بھاگ کر نیکسوس کے جزیرے میں چلے گئے۔جہاں تھیسئس نے ایڈریانا کو چھوڑ دیا۔۔۔وہ اسے ہی چھوڑ کر ایتھنز لوٹ گیا جو اس کی کامیابی کا سبب بنی تھی۔۔

جاری ہے